

خلع فسخ نکاح ہے یا طلاق فقہائے کرام کی آراء کا تجزیاتی مطالعہ

Whether Khula is Dissolution of Marriage or Divorce Critical Analysis of the Views of Islamic Jurists

* Hafiz Muhammad Mearaj Shah

Islam is an entire way of life. It illuminates every facet of daily existence. There is no problem for which Islam has not provided a remedy. Every aspect of beliefs and ethics, including human affairs, has also been examined. Islam is the only religion on earth that can be compared the height of Western culture and civilization. People have become its slavish disciples in the most literal sense. To stay up with the rest of the world, they are creating new interpretations of Islam for this reason. Accepted wisdom is a benefit, but only within the bounds of Sharia. Otherwise, it is Shaytan's legacy. (شیطان)

One of the most significant and crucial stages in a person's life is the nikah. It is expressly covered in the Qur'an and Hadith. It is created necessary for sustaining human existence. It is referred to as the culmination of human life and one of the Prophet's (ﷺ) required Sunnas. However, one of the most despised actions is the dissolution of a marriage. Islam, however, differs from other faiths. It contains the entire procedure/laws for dissolving a marriage. The appropriate discussion of Talaq and Khula is illustrated by the jurists' use of Estihsan and Qayas.

Recent years have seen various crises and a collapse in Pakistani society. Smear and family system disturbance are the main issues among them. "Nikkah" is the fundamental element of a family system; in reality, a family system is based on Nikkah. If this Nikkah is intact, the entire family system is stable; nevertheless, if this Nikkah is broken, not only is the family system traumatised, but the entire society begins to suffer.

The summary of this thesis explains that the Islamic Ideological Council's recommendations have been reviewed in light of the non-Sharia practises of the judicial authorities in relation to Khula and judicial powers related to Khula, as well as an analytical study of the remarks and opinions of commentators and jurists, including future jurists, regarding Khula.

Key Words: Khul'a, Judicial Khul'a, Tansikh e Nikah, Divorce, 'Iddat.

* Ph.D Research Scholar, Dept. of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.

تعارف:

نکاح انبیاء کرام کی سنت ہے جس سے ایک خاندان کی بنیاد پڑتی ہے۔ دین اسلام میں نکاح و طلاق کے مسائل کو بہت اہمیت دی گئی ہے جو کہ عائلی زندگی میں کلیدی مقام رکھتے ہیں۔ اسلام نے خاندان کی زندگی کو عدل و انصاف پر استوار کیا ہے، اچھے اخلاق و کردار اور احسان کے ذریعہ اس کو خوش گوار بنانے کی ترغیب دی ہے۔ لیکن انسانی مزاجوں میں پائے جانے والے فرق کی بنا پر بعض اوقات ایسی کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے کہ یہ خوش گواری برقرار نہیں رہتی، یہ کشیدگی کبھی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ معاملہ عدل و انصاف کی سرحدوں سے تجاوز کر کے ظلم و زیادتی کے دائروں میں داخل ہو جاتا ہے۔ ازدواجی زندگی میں ایسے ناخوش گوار حالات سے نمٹنے کے لئے اسلام نے پہلے ہی پیش بندی کی ہے۔ اسی طرح مختلف مرحلوں میں مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ طلاق کی گنجائش کو اسی قسم کی صورت حال کے لئے علاج کے طور پر رکھا ہے۔ پاکستانی معاشرے میں طلاق کو ایک پیچیدہ اور ممنوع عمل سمجھا جاتا ہے۔ باوجود اس کے زیادہ خواتین اپنی شادیوں کو ختم کرنے کا انتخاب کر رہی ہیں جو ایک منفی پہلو ہے۔ خلع کا استعمال آج کل تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ اسلامی قانون کسی عورت کو اپنی مرضی سے اپنے شوہر سے علیحدگی کا اختیار دیتا ہے۔ بد قسمتی سے آج کل ہمارے معاشرے میں ماضی کے مقابلے میں طلاق کی شرح ویسے ہی بہت بڑھ چکی ہے پھر اسی تناسب سے عدالتی فسخ نکاح کی شرح میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ جسے عرف عام میں خلع کہا جاتا ہے حالانکہ یہ شرعی خلع نہیں ہے۔ شرعی خلع یہ ہے: "اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ یہ زوجین اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت نے جو بدل ضلع دیا ہے (شوہر کے اسے لینے میں) تم دونوں پر کوئی حرج نہیں ہے۔ (البقرہ: 229)" اس ارشاد باری تعالیٰ کی رو سے خلع یہ ہو گا کہ زوجین جب اس نتیجے پر پہنچ جائیں کہ وہ شرعی میں حدود رہتے ہوئے اپنی ازدواجی زندگی کو مزید آگے نہیں سکتے۔ عورت اس معاملے انتہائی ذہنی اذیت کا شکار ہو رہی ہے اور شوہر بغیر کسی عوض طلاق دینے پر آمادہ نہیں ہو رہا تو پھر بیوی نے نکاح کے موقع پر جو حق مہر لیا ہے وہ شوہر کو واپس دے کر شوہر سے اُس کے بدلے میں طلاق حاصل کر لے۔ اس صورت میں یہ طلاق بائن ہوتی ہے۔ اس کے بعد شوہر کو عدت کے اندر بھی ایک طرفہ رجوع کا حق نہیں رہتا، اگر عدت کے اندر بھی دونوں (میاں بیوی) باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں بشرطیکہ ایک ہی طلاق دی ہو۔ دور حاضر میں عدالتی حکام کا خلع کے سلسلے میں غیر شرعی طریقہ کار اور خلع سے متعلق عدالتی اختیارات کا جائزہ اور مفسرین و فقہاء کرام بشمول فقہائے متقدمین کے خلع کے حوالے سے اقوال و آراء کا تجزیاتی مطالعہ پیش کرتے ہوئے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

اس بات کی وضاحت پہلے بھی کی گئی ہے کہ زوجین جب اس نتیجے پر پہنچ جائیں کہ وہ شرعی میں حدود رہتے ہوئے اپنی ازدواجی زندگی کو مزید آگے نہیں سکتے۔ عورت اس معاملے انتہائی ذہنی اذیت کا شکار ہو رہی ہے اور شوہر بغیر کسی عوض طلاق دینے پر آمادہ نہیں ہو رہا تو پھر بیوی نے نکاح کے موقع پر جو حق مہر لیا ہے وہ شوہر کو واپس دے کر شوہر سے اُس کے بدلے میں طلاق حاصل کر لے۔ اس صورت میں یہ طلاق بائن ہوتی ہے۔ اس کے بعد شوہر کو عدت کے اندر بھی ایک طرفہ رجوع کا حق نہیں رہتا، اگر عدت کے اندر بھی دونوں (میاں بیوی) باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں بشرطیکہ ایک ہی طلاق دی ہو۔ خلع کے بارے میں نازل ہونے والی آیت جس پر مفسرین اور فقہاء کرام کے اقوال پیش کیے جائیں گے درج ذیل ہے:

”الطَّلَاقُ مَوْتٌ ۖ فَاِمْسَاكُ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيْعٌ ۖ بِاِحْسَانٍ ۚ وَ لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّا اَتَيْتُمْوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّا اَنْ يَّخَافَاْ اَلَّا يَقِيْمَاْ حُدُوْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يَقِيْمَاْ حُدُوْدَ اللّٰهِ ۖ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَ مَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

الْظَّالِمُونَ¹

”طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا اچھے طریقے سے چھوڑ دینا ہے اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم نے جو کچھ عورتوں کو دیا ہو اس میں سے کچھ واپس لو مگر اس صورت میں کہ دونوں کو اندیشہ ہو کہ وہ اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو اگر تمہیں خوف ہو کہ میاں بیوی اللہ کی حدوں کو قائم نہ کر سکیں گے تو ان پر اُس (مالی معاوضے) میں کچھ گناہ نہیں جو عورت بدلے میں دے کر چھٹکارا حاصل کر لے، یہ اللہ کی حدیں ہیں، ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔“

فقہاء اور مفسرین کے اقوال:

یہاں پر متعدد فقہاء اور مفسرین کے اقوال پیش کئے ہیں کہ اس آیت کے الفاظ ”فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يَقِيْمَا حُدُودَ اللَّهِ“ (تو اگر تمہیں خوف ہو کہ میاں بیوی اللہ کی حدوں کو قائم نہ کر سکیں گے) میں جو خطاب کیا گیا ہے یہ حکام اور اولوالامر کو ہے اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اگر عدالتی حکام یہ سمجھتے ہیں کہ زوجین حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو وہ شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع کے ذریعہ نکاح فسخ کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں لعن ‘ایلا عنین (نامرد) اور مفقود الخیر کے فسخ نکاح کو بطور نظیر پیش کر کے اخیر میں وہ علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کی فسخ القدر ‘علامہ ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ کی احکام القرآن اور صحیح بخاری کے حوالوں سے یہ فرماتے ہیں کہ:

”اگر عورت مرد سے ناقابل اصلاح نفرت کرتی ہو تو یہ خلع کے لئے کافی وجہ جواز ہے۔“²

لیکن اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ اس آیت میں ”فَإِنْ خِفْتُمْ الخ“ کا خطاب حکام کو ہے جیسا کہ بہت سے علماء نے کہا ہے تب بھی اس آیت سے استدلال کسی طرح صحیح نہیں۔ آیت میں تو صرف اتنا کہا گیا ہے کہ اگر حکام کو اس بات کا احتمال ہو کہ زوجین حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو زوجین کے لئے خلع کر لینے میں کوئی گناہ نہیں۔ اس سے یہ بات کہاں نکلتی ہے کہ زوجین میں سے کسی کو بھی خلع کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔ اگر آیت کا مطلب یہ ہو تا کہ حکام زوجین میں سے کسی ایک کو خلع کرنے پر مجبور کریں گے یا اختیار رکھتے ہیں جیسا کہ جسٹس صاحب کی تشریح سے معلوم ہوتا ہے ”تو صاف یہ کہا جاتا کہ“ اگر تم کو اس بات کا احتمال ہو کہ دونوں حدود اللہ قائم نہ رکھ سکیں گے تو تم کو اختیار ہے کہ ان کا نکاح فسخ کر دو“ لیکن کہا یہ جا رہا ہے کہ ”ایسی صورت میں زوجین پر خلع کرنے میں کوئی گناہ نہیں“ اس سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر حکام کے پاس زوجین کی ناچاقی کا معاملہ آئے اور وہ یہ سمجھیں کہ اب یہ حدود اللہ قائم نہیں رکھ سکتے تو وہ زوجین کو خلع کا مشورہ تو سے سکتے ہیں لیکن خلع کا معاملہ زوجین اپنی مرضی سے ہی کریں گے۔

اب رہا سوال کہ جب ”خلع“ فریقین کی باہمی رضامندی پر موقوف ہے تو پھر ”فَإِنْ خِفْتُمْ الخ“ میں خطاب ”اولوالامر“ کو کیوں کیا گیا؟ سو اس کا جواب اس معاشرتی پس منظر کو پیش نظر رکھ کر بہ آسانی دیا جاسکتا ہے جس میں یہ آیت نازل ہو رہی ہے۔ اس زمانے میں ”اولوالامر“ کی حیثیت صرف ایک جج اور حاکم ہی کی تھی بلکہ ایک مصلح مفتی اور مشیر کی بھی تھی ’لوگ صرف ڈگری حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ بہت سے معاملات میں محض شریعت کا حکم معلوم کرنے یا مشورہ طلب کرنے کے لئے بھی ان سے رجوع کرتے تھے لہذا اس

¹ Al-Baqarah, 2:229.

² Justic Mūḥammad Taqī ‘usmānī, Islam main khul’a kī ḥaqīqat (Karachi: Meman Islamic publishers, 1996A.D),17.

آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر تم سے اس جیسے معاملے میں رجوع کیا جائے تو تم انہیں خلع کا مشورہ دے سکتے ہو نیز اپنی نگرانی میں خلع کا معاملہ کر سکتے ہو۔

اولو الامر کو محض مخاطب کر لینے سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ انہیں خلع نے معاملے میں وہ مکمل اختیارات حاصل ہو گئے ہیں جو اوجہین کو حاصل ہیں اس کی وضاحت کے لئے دو مثالوں پر غور فرمائیے:

(1) فرض کیجیے کہ حکام کے پاس ایک ایسا مقدمہ آتا ہے جس میں زوجین میں سے کوئی خلع پر راضی نہیں (مرد اس لئے کہ وہ عورت کو جدا نہیں کرنا چاہتا اور عورت اس لئے کہ وہ بلا معاوضہ طلاق چاہتی ہے) اور کوئی ایسی صورت بھی نہیں پائی جاتی (مثلاً شوہر کا جنون وغیرہ) جس کی موجودگی میں عدالت کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے البتہ حکام یہ خوف رکھتے ہیں کہ نکاح کے قائم رہنے کی صورت میں یہ دونوں "حدود اللہ" کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ عورت سے خلع کرنے کا پوچھا جاتا ہے لیکن وہ خلع پر راضی نہیں ہوتی تو کیا اس صورت میں محض اس وجہ سے کہ "فان خفتم الا یقیمہ حدود اللہ الخ" میں حکام کو مخاطب کیا گیا ہے حکام ان دونوں کے درمیان زبردستی خلع کے ذریعے نکاح فسخ کر سکتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ نہیں!

(2) فرض کریں ایک مقدمے میں زیادتی چونکہ صرف عورت کی طرف سے ہے اس لئے شوہر مہر معاف کرائے بغیر طلاق دینے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ دوسری طرف عورت خلع پر راضی نہیں 'وہ یا تو طلاق ہی چاہتی یا طلاق کے معاوضے میں مہر معاف کرنے پر راضی نہیں تو کیا ایسی صورت میں حکام عورت کو خلع پر مجبور کر کے نکاح فسخ کر سکتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ نہیں! اور کوئی بھی شخص محض "فان خفتم" کے خطاب سے یہ نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ اس کے ذریعے ان صورتوں میں حکام کو زبردستی خلع کے ذریعے نکاح فسخ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

آیت کا سیاق و سباق:

یہاں پر اس آیت میں حکام کو خلع کرانے کا اختیار صرف اس صورت میں دیا گیا جبکہ شوہر اور بیوی اس راضی ہوں آیت کے سیاق پر غور کرنے سے اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ خلع کے سلسلے میں آیت کے الفاظ یہ ہیں:

"وَلَا يَكِلُ لَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا مِمَّا آتَيْنَاهُمْ هُنَّ حَتَّىٰ تَأْتُوا بِنَبَإٍ إِلَيْنَا أَوْ أَنْ يُخَالِفَا --- افْتَدَتْ بِهِ" 3

"اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم نے جو کچھ عورتوں کو دیا ہو اس میں سے کچھ واپس لو مگر اس صورت میں کہ دونوں کو اندیشہ ہو کہ وہ اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو اگر تمہیں خوف ہو کہ میاں بیوی اللہ کی حدوں کو قائم نہ کر سکیں گے تو ان پر اس (مالی معاوضے) میں کچھ گناہ نہیں جو عورت بدلے میں دے کر چھٹکارا حاصل کر لے، یہ اللہ کی حدیں ہیں، ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔"

اس میں پہلا جملہ واضح طور پر اس بات کی نشان دہی کر رہا ہے کہ قرآن کریم کا یہ حکم اس صورت سے متعلق ہے جبکہ میاں بیوی دونوں کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں اللہ کے ضابطوں کو قائم نہ رکھ سکیں گے اور اس وجہ سے دونوں خلع کرنا چاہتے ہوں پھر آگے "فان خفتم" کے جملے کے شروع میں فاء تعقیب (جس کا اردو ترجمہ ہے پس) صاف دلالت کر رہی ہے کہ حکام کو یہ خطاب بھی اسی صورت سے متعلق ہے

³ Al-Baqarah, 2:229.

جسکا ذکر پہلے کیا گیا ہے کہ یعنی "إِلَّا أَنْ يَخَافَ إِلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ" (مگر یہ کہ میاں بیوی دونوں کو احتمال ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ضابطوں کو قائم نہ رکھ سکیں گے۔

پھر اس آیت میں آگے "فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا" (تو ان دونوں میان بیوی پر کوئی گناہ نہیں) کے الفاظ بھی خاص طور پر قابلِ غور ہیں معمولی غور و فکر سے یہ بات آسانی سے سمجھ آ سکتی ہے کہ یہ الفاظ اپنے ضمن میں شوہر اور بیوی دونوں کی رضامندی ضروری ہے اس کی تشریح کے لئے ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں:

اگر آپ زید سے یہ کہیں کہ "تمہارے لئے طلاق دینے میں کوئی گناہ نہیں" تو اس جملے سے ہر شخص یہ سمجھنے میں حق بجانب ہو گا کہ زید اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے 'یا کم از کم اس پر راضی تھا لیکن اسے یہ شک تھا کہ ایسا کرنا میرے لئے جائز ہے یا نہیں آپ نے یہ کہہ کر اس کا شک دور کر دیا کہ "تمہارے لئے طلاق دینے میں کوئی گناہ نہیں"۔

اس کے برعکس آپ کے ان الفاظ سے کوئی بھی شخص جسے بات سمجھنے کا سلیقہ ہو یہ نتیجہ آسانی کے ساتھ نکال سکتا ہے کہ زید طلاق دینے پر راضی نہ تھا اور آپ اس جملے کے ذریعے آپ اسے طلاق دینے پر مجبور کرنا چاہتے ہیں اس لئے کہ اگر زید طلاق دینے پر سرے سے راضی ہی نہ ہو بلکہ اس سے انکار کر رہا ہے تو آپ اسے مجبور کرنے کے لیے یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ "تمہیں طلاق دینی پڑے گی" یا "تمہیں بزور قانون علیحدگی اختیار پر مجبور کیا جائے گا" لیکن اس صورت میں یہ کہنا بالکل مہمل اور بے معنی بات ہوگی کہ "تمہارے لئے طلاق دینے میں کوئی گناہ نہیں" یہاں بھی قرآن کریم صرف اس صورت کو بیان کر رہا ہے جس میں شوہر اور بیوی دونوں خلع پر راضی ہیں۔ ورنہ "فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا" کے الفاظ بالکل بے معنی ہو جاتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ زوجین کے خلع پر راضی ہو جانے کے بعد ان میں سے ہر ایک کو شبہ ہو سکتا ہے کہ میرے لئے یہ معاملہ جائز ہے کہ نہیں عورت کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ پیسے دیکر چلاق حاصل کرنا شاید جائز نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے "فلیس جناح علیہا" (دونوں پر کوئی گناہ نہیں) کے الفاظ کا شبہ دور فرمادیا۔ بلکہ ان الفاظ میں شوہر کی رضامندی کا مفہوم اور زیادہ واضح ہے اس معاملہ میں خلع میں گناہ ہونے کا زیادہ شبہ مرد کو ہی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ پیسے وصول کرنے والا ہے بخلاف عورت کے وہ پیسے ادا کرتی ہے۔

اس کے علاوہ اسی آیت میں آگے "فیما افتدت بہ" کے الفاظ بھی قابلِ غور ہیں۔ اس میں بدلِ خلع کو "فدیہ" اور عورت کی ادائیگی کو "افتداء" کہا گیا ہے اور اس بقول علامہ ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ یہ خود اس بات کی وضیح دلیل ہے کہ "خلع" ایک عقدِ معاوضہ ہے جس میں فریقین کی باہمی رضامندی ضروری ہے۔ اس لئے کہ "فدیہ" عربی زبان میں اس مال کو کہا جاتا ہے جو جنگی قیدیوں کو چھڑانے کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ اس مال کو پیش کرنا "افتداء" اور قبول کرنا "فداء" کہلاتا ہے۔⁴

یہ معاملہ بہ اتفاق عقدِ معاوضہ ہوتا ہے جس میں فریقین کی رضامندی لازمی شرط ہے اور کوئی فریق دوسرے کو مجبور نہیں کر سکتا۔ علامہ ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"وفي تسميته صلى الله عليه وسلم الخلع فدية دليل --- الزوجين"⁵

"اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خلع کا نام فدیہ رکھا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں معاوضہ کے معنی

⁴ Ibn al-qayim al-Jawziah, Zād ul-Ma'ād (Al-Minā Publishers, 1324), 238/2.

⁵ Mawlānā Ashraf Alī Thānvī, Biyān al-Qurān (karāchī: Taj Company), Al-Baqarah, 2:229.

جاتے ہیں اور اسی لئے اس میں زوجین کی رضامندی کو لازمی شرط قرار دیا گیا ہے۔"

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آیت میں تین جملے ایسے ہیں جو واضح طور پر شوہر اور بیوی کی رضامندی کا مفہوم ہیں:

(1) "إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ"

(مگر یہ کہ ان دونوں میاں بیوی کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے)۔

(2) "فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ"

(اس مال میں عورت بطور فدیہ سے)۔

(3) "فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا"

(تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں)

ان تینوں جملوں کے بیچ میں فان خفتم (اگر تم کو خوف ہے) کے الفاظ آئے ہیں اس سے اس کے سوا اور کیا نتیجہ نکلتا ہے کہ فان خفتم (اگر

تم کو خوف ہے) کا خطاب حکام ہی کو ہے تب بھی اس صورت میں ہے جبکہ شوہر اور بیوی دونوں خلع پر راضی ہوں۔

لہذا اس سے اس بات پر استدلال درست نہیں ہے کہ میاں بیوی دونوں یا صرف بیوی کو رضامندی کے بغیر حاکم بذریعہ خلع نکاح فسخ کر سکتا ہے سدی طرح سد بست پر بھی استدلال کرنا کسی صورت درست نہیں کہ حاکم کو شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع کے ذریعہ نکاح فسخ کر بے کا اختیار حاصل ہے۔ یہ ساری گفتگو یہ بات تسلیم کرنے کے بعد کی گئی کہ فان خفتم میں خطاب حکام کو ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ علماء کی ایک بڑی جماعت کا قول یہی ہے لیکن ان حضرات مفسرین کا قول اختیار کیا جائے جو اس کا مخاطب شوہر اور بیوی کو قرار دیتے ہیں تو بالکل ہی صاف ہو جاتی ہے۔

اس مسئلے میں جسٹس مفتی تقی عثمانی صاحب نے عنین اور مفقود الخیر کی جو مثالیں پیش کی ہیں وہ بالکل غیر متعلق ہیں کیونکہ زیر بحث مسئلہ صرف اس صورت میں ہے جب فسخ نکاح کی معروف صورتوں میں سے کوئی صورت نہ پائی جاتی ہو۔ بلکہ عورت محض ناپسندیدگی اور نفرت کی بنا پر علیحدگی چاہتی ہو۔ ظاہر ہے کہ اگر اس کو عنین (نامرد) مجنوں نان نفقہ نادینے والا اور مفقود الخیر (لاپتہ شخص) کی بیوی پر قیاس کیا جائے تو اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس کا کچھ بلا معاوضہ فسخ کر دیا جائے۔ حالانکہ جسٹس صاحب خود بھی اس کو درست نہ سمجھتے ہیں۔

اور یہ بتایا گیا ہے کہ وہ کون سے حالات ہیں جن میں زوجین کے لئے خلع کرنا جائز ہو جاتا ہے؟ ہا سوال کہ حکام زمین میں سے کسی ایک کو خلع پر مجبور کر سکتے ہیں کہ نہیں؟ اس کے بارے میں انہی حضرات فقہاء کی واضح تصریحات یہ ہیں کہ جب تک شوہر اور بیوی دونوں راضی نہ ہوں خلع کا معاملہ صحیح نہیں ہوتا۔ فقہاء کی یہ تصریحات ہم آگے پیش کریں گے۔

خلع میں خاوند کی رضامندی ضروری کیوں:

تحقیق کے مطابق امت اسلامیہ کے تقریباً تمام فقہاء و مجتہدین اس بات پر اتفاق کرتے ہیں، قرآن و سنت کے دلائل بھی اسی کی تائید کرتے ہیں کہ خلع فریقین کی باہمی رضامندی کا معاملہ ہے اور اس معاملے میں کوئی فریق دوسرے کو اس (خلع) پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اس مقالے میں ہم اسی بات پر مفصل دلائل پیش کرنا چاہتے ہیں۔

جناب جسٹس تقی عثمانی صاحب کی ہمارے دل میں بڑی قدر و منزلت ہے، وہ ایک قابل احترام دانشور ہیں اور انہوں نے اپنی تحریروں سے ملک و ملت کی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں، لیکن چونکہ زیر بحث مسئلے میں ہمارے نزدیک ان کا موقف جمہور امت کے خلاف اور شرعی اعتبار سے نادرست ہے، اس لئے ہم یہاں ان کے دلائل پر تبصرہ کرنا چاہتے ہیں۔

مساوات:

جناب جسٹس تقی عثمانی صاحب نے سب سے پہلے مندرجہ ذیل آیت قرآنی سے استدلال کیا ہے:

"وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ"⁶

"اور عورتوں کیلئے بھی مردوں پر شریعت کے مطابق ایسے ہی حق ہے جیسا (ان کا) عورتوں پر ہے۔"

جسٹس صاحب نے اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ جس طرح مرد کو عورت کی رضامندی کے بغیر طلاق کا قانونی حق دیا گیا ہے، اسی طرح عورت کو بھی مرد کی رضامندی کے بغیر خلع کا حق ملنا چاہیے۔⁷

لیکن یہ استدلال بوجہ ذیل درست نہیں ہے۔

"وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۖ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۚ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ"⁸

"اور عورتوں کیلئے بھی مردوں پر شریعت کے مطابق ایسے ہی حق ہے جیسا (ان کا) عورتوں پر ہے اور مردوں کو

ان پر فضیلت حاصل ہے اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔"

(1) اس آیت میں "وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ" کے الفاظ واضح طور پر دلالت کر رہے ہیں کہ بعض معاملات میں جو اختیارات مرد کو حاصل ہیں وہ عورت کو حاصل نہیں ہیں۔

(2) اگر اس آیت کا مطلب یہ لیا جائے کہ زوجین تمام حقوق و فرائض میں بالکل برابر ہیں تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ مرد کو بغیر معاوضہ دیئے طلاق دینے کا اختیار حاصل ہے اور عورت معاوضہ ادا کئے بغیر طلاق حاصل نہیں کر سکتی۔ حالانکہ زوجین کی مساوات کا اگر یہ مفہوم لیا جائے کہ رشتہء نکاح کو قطع کرنے میں بھی دونوں برابر ہیں تو عورت کو بھی مرد کی طرح طلاق کا اختیار ملنا چاہیے۔ حالانکہ یہ وہ بات ہے جسے جسٹس صاحب بھی تسلیم نہیں فرماتے۔

(3) تمام فقہاء اور مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں زوجین کی جس مساوات کا ذکر کیا گیا ہے وہ معاشرتی مساوات ہے، ورنہ جہاں تک طلاق اور رشتہء نکاح کو ختم کرنے کا سوال ہے، معمولی حالات میں اس کا مکمل اختیار صرف مرد کو ہے اور اسی طرف قرآن کریم میں ان الفاظ کے ذریعے اشارہ کیا گیا ہے:

"وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ"

مساوات کے متعلق فقہاء و مفسرین کے اقوال:

اس معاملے میں فقہاء و مفسرین کے چند اقوال درج ہیں:

(الف) حضرت ابومالکؓ فرماتے ہیں کہ:

"وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ قَالَ يَطْلُقُهَا وَ لَيْسَ لَهَا مِنَ الْاِمْرِ شَيْءٌ"

آیت قرآنی "وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ" کا مطلب یہ ہے کہ مرد عورت کو طلاق دے سکتا ہے لیکن عورت کو اس

معاملے میں کوئی اختیار نہیں۔

⁶ Al-Baqarqh, 2:228.

⁷ Justic Mūḥammad Taqī 'usmānī, Islam main khul'a kī ḥaqīqat (Karachi: Meman Islamic publishers, 1996A.D),17.

⁸ Al-Baqarqh, 2:228.

(ب) امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (شافعی) اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے پہلے لکھتے ہیں:

"ان المقصود من الزوجية لا يتم الا اذا كان كل واحد منهما مرا عيا حق الآخر و رلك الحقوق المشتركة كثيرة نشير الى بعضها"⁹

"زوجیت کے مقاصد اس وقت تک پورے نہیں ہو سکتے جب تک کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے حق کی

رعایت نہ کرے اور یہ مشترک حقوق بہت سے ہیں جن میں سے بعض کی طرف ہم اشارہ کرتے ہیں۔"

میاں بیوی کے میں بہت سے حقوق مشترک ان کی بنا پر حق زوجیت تب تک ادا نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال نہیں رکھیں گے تو کسی بھی طرح ممکن نہیں کہ ان کو پورا کیا جاسکے۔

(ج) امام ابو عبد اللہ القرطبی رحمۃ اللہ علیہ (مالکی) اپنی تفسیر میں اس جملے کی شرح کرتے ہوئے علامہ ماوروی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں:

"له رفع العقد دونها"¹⁰

"عقد نکاح کو ختم کرنے کا اختیار صرف مرد کو ہے عورت کو نہیں۔"

ظاہر ہے کہ ان دلائل کی موجودگی میں "وَلِلرَّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ" سے قطع نظر کر کے صرف "وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ" کے الفاظ سے اس بات پر استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ محض ناپسندیدگی کی بناء پر عورت کو بزور عدالت خلع پر مجبور کر سکتی ہے۔

خاوند کی مرضی کے بغیر خلع کی ڈگری غیر اسلامی ہے، اسلامی نظریاتی کونسل:

اسلامی نظریاتی کونسل نے خاوند کی مرضی کے بغیر خلع کی ڈگری کو غیر اسلامی قرار دے دیا ہے۔ چیئرمین کونسل مولانا محمد خان شیرانی کہتے ہیں کہ بچے کیلئے رحم کرائے پر لینا درست نہیں ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کے دوروزہ اجلاس کے بعد مولانا محمد خان شیرانی نے میڈیا کو بتایا ہے کہ عدالتیں خلع اور فسخ نکاح میں فرکریں۔ کونسل نے مسلم عائلی قانون میں ترمیم اور کمپیوٹرائزڈ نکاح فارم تیار کرنے کی سفارش کی ہے۔ چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل کا کہنا تھا کہ خواجہ الگ طبقہ نہیں ہیں انھیں خاندان سے الگ نہ کیا جائے۔ انھوں نے کہا کہ متبادل ماں کے رحم سے بچے کی پیدائش شرعی طور ناجائز ہے۔ اس عمل سے پیدا ہونے والے بچے کا نسب صرف ماں سے ثابت ہوگا۔ مولانا محمد خان شیرانی نے مزید کہا ہے کہ لاؤڈ سپیکر کے غلط استعمال کو روکنے کا قانون وقت کی ضرورت ہے۔ اس میں کوئی بات خلاف شرع نہیں ہے۔¹¹

خلع اور اسلامی نظریاتی کونسل، خلع فسخ ہے یا طلاق؟

جسٹس مفتی تقی عثمانی صاحب نے یہ بحث چھیڑ دی ہے کہ "خلع" فسخ ہے یا طلاق؟ اس معاملہ میں فقہاء کا اختلاف نقل کرنے کے بعد وہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ امام احمدؒ امام شافعیؒ اور داؤد ظاہرؒ کے مسلک کو ترجیح دیتے ہیں جس کی رو سے خلع طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے اور اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

⁹ Fakhur-ud-Dīn Rāzī, Tafsīr e-kabīr (Egypt: Al-Ḥasīna Publishers, 1420A.H), 246/2.

¹⁰ Ibn-Taīmīyah, Al-Jāmi‘ al-Eḥkām al-Qūrān (Dār al-kutab al-Miṣrīyah, 1936 AD), 125.3.

¹¹ Daily Express, App (2015), 28 May, fridady.

"اگر اس رائے کو قبول کر لیا جائے (خلع فسخ ہے طلاق نہیں ہے) تو یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ خلع تنہا شوہر کی مرضی پر موقوف نہ ہے۔"¹²

لیکن جسٹس صاحب کے اس ارشاد سے بھی اتفاق ممکن نہیں۔ بحث کے تعارف میں ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ خلع کے طلاق یا فسخ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اور عملی طور پر فقہاء کے اس اختلاف کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔؟ تفسیر 'حدیث' فقہ کی جس کتاب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے وہاں اس کا مطلب یہی بیان کیا گیا ہے کہ خلع کو اگر فسخ قرار دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خلع کو طلاق شمار نہیں کیا جائے گا اور اگر میاں بیوی باہمی رضامندی سے نکاح کر لیں تو شوہر کو بدستور تین طلاق کا اختیار ملے گا؟ لیکن اس سے یہ نتیجہ کسی نے نہیں نکالا کہ چونکہ یہ فسخ ہے اس لئے اس میں شوہر کی رضامندی ضروری نہ ہے۔

ہم یہاں اس بحث کو نظر انداز کرتے ہیں کہ فقہاء کے اس اختلاف میں قبل ترجیح مسلک کون سا ہے؟ ہم تھوڑی دیر کے لئے یہی فرض کر لیتے ہیں کہ اس مسئلے میں جسٹس صاحب کے ارشاد کے مطابق امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کا مسلک ہی قابل ترجیح ہے جس کی رو سے خلع طلاق نہیں فسخ ہے۔ لیکن اس سے یہ بات کیسے ثابت ہو گئی کہ یہ فسخ نکاح شوہر کی مرضی کے خلاف بھی عمل میں آ سکتا ہے؟ خود جسٹس صاحب نے نقل فرمایا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ خلع کو فسخ قرار دیتے ہیں لیکن ان کے مذہب کی کتابیں اٹھا کر دیکھیں تو وہ بھی جمہور امت کی طرح خلع کو فسخ قرار دینے کے باوجود فریقین کی مرضی کو اس کے لئے لازمی شرط سمجھتے ہیں چنانچہ علامہ ابن قدامہؒ جو امام احمدؒ کے مذہب کے مستند ترین راوی ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"ولا يفتقر الخلع الى حاكم نص عليه فقال يجوز الخلع دون السلطان وروى البخاري ذلك عن عمرو عثمان وبه قال شريح و الزهري و مالك و الشافعي و اسحاق و اهل الراي و عن الحسن و ابن سيرين لا يجوز الا عند السلطان ' الناقول عمرو و عثمان الا نه معاوضة فلم يفتقر الى السلطان كالباع و النكاح و لا نه عقد بالتراضي اشبه الا قاله"¹³

"خلع کے لئے حاکم کی ضرورت نہیں امام احمدؒ نے اس کی تصریح کی ہے چنانچہ کہا ہے کہ خلع بغیر سلطان کے جائز ہے اور امام بخاریؒ نے مذہب حضرت عمر علیؓ اور حضرت عثمانؓ کا نقل کیا ہے اور شریحؒ، امام زہریؒ، امام شافعیؒ و امام اسحاقؒ اور اہل رائے کا بھی یہی قول ہے۔ اور حسن بصریؒ، اور ابن سیرینؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ خلع صرف حاکم کے پاس ہو سکتا ہے۔ اور ہماری دلیل حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا قول ہے۔ نیز یہ کہ خلع ایک عقد معاوضہ ہے لہذا اس میں سلطان کی ضرورت نہ ہے جیسے بیع اور نکاح۔ علاوہ ازیں خلع باہمی رضامندی سے عقد نکاح کو ختم کرنے کا نام ہے لہذا وہ اقلہ کے مشابہ ہے۔"

علامہ ابن قدامہؒ نے مزکورہ بالا عبارات میں امام احمدؒ کا صاف مذہب یہ نقل کیا ہے کہ خلع باہمی رضامندی سے ہوتا ہے اور اقالہ کی مثال دیکر یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ جس طرح اقالہ (فسخ بیع) ہے لیکن اس میں باہمی رضامندی ضروری ہے اور کوئی فریق دوسرے کو مجبور نہیں کر سکتا۔ اسی طرح خلع بھی فسخ نکاح ہے لیکن اس میں بھی باہمی رضامندی ضروری ہے اور کوئی فریق دوسرے کو مجبور نہیں کر سکتا۔

¹² Justic Mūḥammad Taqī 'Usmānī, Islam Main khul'a kī ḥaqīqat, 26.

¹³ Ibn e-Rūshd, Bidāyā tul-Mūjtahid wa al-nehāyātul Mūqtaṣid (kūwait: Dār Al-Islāmī, 1168 AH), 275/1.

اور جہاں تک فریقین کی رضامندی کا سوال ہے اس کو وہ بھی دوسرے تمام فقہاء کی طرح خلع کے لئے لازمی قرار دیتے ہیں چنانچہ وہ کتاب الان کے باب الخلع والنشور میں پوری صراحت کے ساتھ لکھتے ہیں:

"وان قال لا افارقها ولا اعدل لها اجبر على القسم لها ولا يجبر على فرقها"¹⁴

”اور اگر شوہر کہے کہ نہ میں بیوی کو علیحدہ کروں گا اور نہ اس کے ساتھ انصاف کروں گا تو اسے انصاف پر مجبور کیا جائیگا، لیکن علیحدگی پر مجبور نہیں کیا جاسکتا“

اور ایک دوسری مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

"وانما جعلنا ما تطليقة لان الله تعالى يقول الطلاق مرتان ففعلنا من الله تعالى ام ذلك انما يقع بايقاع الزوج و علمنا ان الخلع لم بايقاع الزوج"¹⁵

”اور معاملہ خلع کو طلاق اس لیے قرار دیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے طلاق مرتان تو ہم نے اللہ کے کلام سے یہ بات سمجھی ہے کہ طلاق صرف شوہر کے واقع کرنے سے واقع ہوتی ہے، اور یہ بھی معلوم ہے کہ خلع شوہر کے واقع کئے بغیر واقع نہیں ہوتا۔“

اور اس کے دو صفحات کے بعد تو اس مسئلے کو بالکل ہی کھول کر بیان کر دیا جاتا ہے فرماتے ہیں:

"وكذلك سيد العبد ان خلع عن عبده بغيرا ذنه لان الخلع طلاق فلا يكون لا حد ان يطلق المر عن نفسه او يطلق عليه السلطان بما لزمه من نفسه اذا منع هوا ن يطلق وكان ممن له طلاق وليس الخلع من بزا المعنى سبيل"¹⁶

”اسی طرح اگر غلام کا آقا اگر اپنے غلام کی طرف سے بغیر غلام کی اجازت کے خلع کر لے (تو صحیح نہ ہوگا) اس لئے کہ خلع طلاق ہے۔ لہذا کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی کی طرف سے طلاق دے، نہ باپ کو حق ہے، نہ آقا کو، نہ ولی کو، نہ سلطان (حاکم) کو۔ طلاق تو انسان اپنی طرف سے خود دیتا ہے یا جب وہ طلاق سے باوجود اہل طلاق ہونے کے باز رہے اور اسی کی طرف سے سلطان کو طلاق دینا لازم ہو جائے تو سلطان طلاق دے دیتا ہے لیکن خلع میں صورت بالکل نہیں پائی جاسکتی۔“

اس میں آخری جملوں نے تو بات بالکل واضح کر دی کہ خلع کے معاملہ میں شوہر کی طرف سے رضامندی طلاق سے بھی زیادہ ضروری ہے کیونکہ طلاق تو کبھی کبھی خاص حالات میں حاکم بھی شوہر کی طرف سے دے سکتا ہے لیکن خلع میں یہ بات کبھی بھی نہیں پائی جاسکتی۔ مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جن حضرات فقہاء نے خلع کو طلاق کے بجائے فسخ نکاح کہا ہے وہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ یہ فسخ نکاح اقالہ کی طرح فریقین کی رضامندی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ یہاں پہلی بات تو یہ ہے کہ خلع کو طلاق قرار دینا صرف "بعض قدماء حنفیہ" ہی کا خیال نہیں بلکہ یہ تمام حنفیہ کا متفقہ مسئلہ ہے اور صرف حنفیہ ہی نہیں فقہاء کی اکثریت خلع کو طلاق قرار دیتی ہے علامہ ابن رشد لکھتے ہیں کہ:

¹⁴ Muḥammad bin Idrīs Al-Shāfi‘, Kitāb-al-Umm, chapter al- khul’a wa-alnashūr (al-kūlyāt-ul-zhriā publishers, 1381A.H), 189/5.

¹⁵ Muḥammad bin Idrīs Al-Shāfi‘, Kitāb-al-Umm, chapter al- khul’a wa-alnashūr, 200/5.

¹⁶ Justic Mūḥammad Taqī ‘Usmānī, Islam Main khul’a kī ḥaqīqat, 31.

"واما نوع الكلک فالجمهور عکی انه طلاق"¹⁷

"جہاں تک خلع کی نوعیت کا تعلق ہے جمہور (اکثر فقہاء) کے نزدیک وہ طلاق ہی ہے۔"

دوسری بات یہ ہے کہ جسٹس صاحب نے فرمادیا کہ حنفی فقہاء کے یہاں ایسی کوئی تصریح نہ ملتی ہے کہ عورت شوہر کے راضی نہ ہونے کی صورت میں "طلاق خلع" حاصل نہیں کر سکتی لیکن ہم یہاں حنفی فقہاء کی چند تصریحات پیش کرتے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خلع شوہر کی رضامندی پر موقوف ہے علامہ ابو بکر جصاص قدامہ حنفیہ کے مستند ترین فقہاء میں سے ہیں اور جسٹس صاحب نے ابھی ان کی کتاب "احکام القرآن" سے مختلف معاملات میں حوالے نقل کئے ہیں۔ یہاں ہم پہلے انہی کی عبارات نقل کرتے ہیں۔ وہ حضرت جمیلہؓ کے واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"لو کان الخلع الی السکطان شاء الزوجان اوابیا اذا علم انهما لا یقیمان حدود اللہ لم یسلهما النبی ﷺ عن زلک الا خطب الزوج بقوله اکلعهما بل کان یخلعهما ویرد علیہ حدیقتہ وان ایا او واحد منهما"¹⁸

"اگر خلع کا یہ اختیار حاکم کو ہوتا کہ وہ جب دیکھے کہ زوجین حدود اللہ کو قائم نہ کریں گے (تو نکاح فسخ کر دے) خواہ زوجین چاہیں یا نہ چاہیں تو آپ ﷺ جمیلہؓ اور ان کے شوہر سے اس معاملے میں کچھ نہ پوچھتے اور نہ شوہر سے کہتے کہ تم ان سے خلع کر لو بلکہ خود خلع کر کے شوہر کا باغ ان کو لوٹا دیتے چاہے وہ دونوں انکار کرتے یا انامیں سے کوئی ایک انکار کرتا۔"

اس عبارت میں علامہ ابو بکر جصاص نے تصریح فرمادی کہ اگر حاکم یہ دیکھے کہ زوجین حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے تب بھی وہ شوہر اور بیوی میں سے ان کی رضامندی کے بغیر خلع نہیں کر سکتا اگر دونوں میں سے ایک بھی خلع سے انکار کر دے تب بھی حاکم کو اختیار نہیں۔ فقہاء کا اصول یہ ہوتا ہے کہ جو بات ان کے یہاں مختلف فیہ اور معروف و مشہور ہو اسے تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کی بجائے کسی ایک جگہ اصولی طور پر بیان کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص فقہاء کی کتابوں سے کوئی مسئلہ تلاش کرنا چاہے کہ "طلاق کا اختیار صرف مرد کو ہے" عورت کو نہیں "تو ان الفاظ کے ساتھ اسے فقہاء کی تصریحات بہت کم ملیں گی اس لئے کہ بات اتنی طے شدہ ہے کہ اس کے بیان کرنے کی ضرورت ہی نہ رہی بلکہ یہی معاملہ خلع کے ساتھ بھی ہے یہ مسئلہ کہ خلع کے لئے زوجین میں سے ہر ایک کی رضامندی ضروری ہے "فقہاء کے یہاں اتنا معروف و مشہور اور متفق علیہ اور مسلم ہے کہ وہ اسے مستقل طور پر بہت کم ذکر کرتے ہیں البتہ خلع کی تعریف تعارف اور اس کے ارکان شرائط بیان کرتے ہوئے اسے اصولی طور پر ذکر کرتے ہیں یا کسی اور مسئلے کی دلیل میں بطور ایک مسلمہ حقیقت کے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیریہ میں جو حنفی فقہ کی مسلم کتاب ہے صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔

اور علامہ علاؤ الدین حفصیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"وشرطہ كالطلاق"¹⁹

"خلع کی شرائط طلاق جیسی ہیں"

¹⁷ Ibn e-Rūshd, Bidāyah tul-Mūjtahid wa al-nehāyātul Mūqtaṣid, 275/1.

¹⁸ Abū bakar al-Jasās, Eḥkām al-Qūrān (Al-bihīyah Publishers: 1348A.H), 468/1.

¹⁹ Muḥammad Amīn bin U'mar Ibn e Ābdīn, Abū Bakar bin Mas'ūd Al-Kāsān, Badā'i al-anā'i (Egypt: Matba' al-Jamāliyah, 1328AH), 145/3.

اس کے علاوہ فقہاء دوسرے معاملات کی طرح خلع کارکن بھی ایجاب اور قبول کو قرار دیتے ہیں۔ مثلاً ملک العلماء کا سائی لکھتے ہیں:

"واما رکتہ فهو الايجاب والقبول لا نه عقد على الطلاق بعوض فلا تقع الفرقة ولا مسح العوض بدون القبول"²⁰

"رہا خلع کارکن تو ایجاب اور قبول ہے اس لئے کہ یہ معاوضہ کے ساتھ طلاق کا معاملہ ہے ' لہذا بغیر قبول کے علیحدگی واقع نہیں ہوگی۔"

واضح رہے کہ فقہاء کے نزدیک کسی عمل کارکن وہ چیز ہوتی ہے جس کے بغیر اس عمل کا شرعی وجود ہی نہیں ہوتا۔ مثلاً سجدہ نماز کارکن ہے اس لئے سجدہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اسی طرح ایجاب و قبول بھی خلع کارکن ہے اس کے بغیر خلع نہیں ہو سکتا۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو فقہاء اسے طلاق قرار دیتے ہیں وہ بھی اور جو اسے فسخ کہتے ہیں وہ بھی اس بات پر متفق ہیں کہ خلع باہمی رضامندی کا معاملہ ہے۔ جس میں شوہر اور بیوی کی رضامندی ضروری ہے۔ کوئی فریق دوسرے کو اس پر مجبور نہیں کر سکتا۔ لہذا خلع کے یا فسخ ہونے سے مسئلہ زیر بحث پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اس سلسلے میں جسٹس صاحب نے علامہ شعرانی کی جو عبارت پیش کی ہے وہ یہ ہے:

"اتفق الاثمة على ان المرأة اذا كرمت زوجها لقبح منظر اوسو عشره جاز لها ان تخالعه على عوض وان لم يكن من ذلك شى وتراضيا على الخلع من غير سيب جاز ولم يكره خلا فاللزمري وعطا وداود في قولهم ان لا يصح في هذه الحلة لا نه عبث والبعث غير مشروع"²¹

"تمام آئمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر عورت اپنے شوہر کو بد صورتی یا سوء معاشرت کی بناء پر نہ پسند کرتی ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ اپنے شوہر سے معاوضہ پر خلع کا معاملہ کر لے اور اگر ناپسندیدگی کی وجہ نہ ہو تو میاں بیوی خلع پر راضی ہو جائیں تو بھی جائز ہے اور مکروہ نہیں البتہ اس میں امام زہریؒ، امام عطاءؒ اور امام داؤدؒ کا اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ اس حالت میں خلع صحیح نہیں اس لیے کہ وہ عبث ہے غیر مشروع ہے۔"

اس عبارت میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اختلاف شوہر کی رضامندی کے مسئلے میں نہیں بلکہ اس مسئلے میں ہے کہ فریقین کی رضا مندی کے بعد بھی خلع ہر حال میں جائز ہے یا صرف اس صورت میں جائز ہے جب بیوی اپنے شوہر کو پسندنا کرنے کی کوئی معقول وجہ رکھتی ہو۔ اکثر فقہاء نے پہلی رائے کو اختیار دیا ہے اور امام زہریؒ، امام عطاءؒ اور امام داؤدؒ ظاہریؒ نے دوسری رائے کو لیکن جہاں تک خلع میں فریقین کی رضامندی کا تعلق ہے اس کو دونوں فریق ضروری قرار دیتے ہیں جیسے کہ جاز لھا ان تخالعه علی عوض اور وراضیا علی الخلع کے الفاظ اس پر شاہد ہیں۔ خدا جانے اس عبارت کے کون سے لفظ سے جسٹس صاحب نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ کسی فریق کے نزدیک شوہر کی رضامندی کے بغیر بھی خلع ہو سکتا ہے؟ یہ حکم زوجین کی درمیان تفریق اور علیحدگی کے لئے نہیں بلکہ دونوں میں موافقت پیدا کرنے کے لئے ہے۔

امام شافعیؒ نے اپنی کتاب الام میں اس مسئلے پر تفصیل کے ساتھ گفتگو فرمائی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں:

"ولیس له ان یا مرهما یفرقان ان رایا الا بامر الزواج ولا یعطیا من مال المرأة الا باذنها (قال) فان اصطلح الزوجان والا كان على الحاكم ان يحكم لكل واحد منهما على صاحبه

²⁰ Muḥammad Āmīn bin U'mar Ibn e Ābdīn, Abū Bakar bin Mas'ūd Al-Kāsān, Badā'i al-ṣanā'i, 145/3.

²¹ A'bdul Wahāb al-Sha'rānī, Al-Mizān al-Kubrā (Egypt: Dār Ehyā al-Kutub al-Miṣriyah, 1973 AD), 119/2.

بما يلزمه من حق في نفس ومال و ادب (قال) وذلك ان الله انما ذكر انهما " ان يريد اصلاحا يو فيق الله بينهما " ولم يذكر تفريقاً (قال) واختار للامام ان سيال الزوجين ان يترا ضيا بالحكمين ويو كلاهما معا فيو كلهما معا الزوج ان رايان يفرقا بينهما فرقا على مارايان من اخذ شي او غيرا خذه.²²

"جب میاں بیوی کے درمیان پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہو اور وہ حاکم کے پاس اپنا معاملہ لے جائیں تو اس پر واجب ہے کہ ایک حکم شوہر کی طرف سے بھیجے اور ایک حکم بیوی کی طرف سے بھیجے 'یہ حکم اہل قناعت اور اہل عقل میں سے ہوں تاکہ ان کے معاملے کی تحقیق کریں اور حتی المقدور مصالحت کرائیں لیکن حاکم کو یہ حق نہیں کہ وہ حکمین کو اپنی رائے سے شوہر کے حکم کے بغیر تفریق کا حکم دے اور نہ عورت کا کوئی مال اس کی اجازت کے بغیر شوہر کو سے سکتے ہیں۔ پس اگر زوجین میں مصالحت ہو جائے تو بہتر 'ورنہ حاکم پر یہ واجب ہے کہ فریقین میں سے ہر ایک پر دوسرے کے جانی 'مالی' ادبی (معاشرتی) حقوق واجبہ کی ادائیگی کا فیصلہ کرے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف یہ ذکر فرمایا ہے کہ "ان یرید اصلاحا یو فیک اللہ بین ہما" (اگر دونوں اصلاح کا ارادہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ دونوں میں موافقت پیدا کر دے گا) اور تفریق کا کوئی ارادہ یا ذکر نہیں فرمایا۔ ہاں البتہ حاکم کے لیے میں یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ زوجین سے کہے کہ وہ حاکمین کے ہر فیصلے پر راضی ہو جائیں اور دونوں انہیں اپنا وکیل بنالیں۔ شوہر حکمین کو اس بات کا وکیل بنائے کہ وہ اگر مناسب سمجھیں تو اپنی رائے کے مطابق کچھ لے کر یا بغیر کچھ لئے تفریق کر دیں۔"

آگے لکھتے ہیں کہ:

"ولا یجبر الزوجین علی تو کلیہما ان لم یو کلا۔"

"اور اگر زوجین حکمین کو وکیل نہ بنائیں تو انہیں مجبور نہ کیا جائیگا۔"²³

امام ابو جعفر طحاویؒ بھی انہی ادلائل کی روشنی میں تحریر فرماتے ہیں:

"ولیس للحکمین فی الشقاق ان یفرقا الا ان یجعل ذلک الیہما الزوج"²⁴

"اور حکمین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ شقاق کی صورت میں تفریق کر دیں مگر یہ کہ شوہر ان کو اختیار دے دے۔"

خلع اور فقہ حضرت عمرؓ:

جناب جسٹس مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنے فیصلے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک ارشاد سے بھی استدلال فرمایا ہے 'ان

نبہقی میں رویت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"اذا ارادات النساء الخلع فلا نکفروھن"

²² Muḥammad bin Adrīs al-shāfi, kitāb-ul-umm, chapter al- khul'a wa- alnashūr, 5/194.

²³ Muḥammad bin Adrīs al-shāfi, kitāb-ul-umm, chapter al- khul'a wa- alnashūr, 5/195.

²⁴ Aḥmad bin Muḥammad Salāmah Azdī al-Ṭahāvī, Mukhtaṣr al-Ṭahāvī (Dakkan: Dār al-Kitāb al-A'rbi, 1380 AH), 191/1.

لیکن حضرت عمرؓ کا قول اس بات دلیل ہے کہ حاکم فریقین یا ان میں سے کسی ایک کی مرضی کے خلاف خلع نہیں کر سکتا۔ حضرت عمرؓ نے اس ارشاد میں شوہروں کو خطاب فرمایا ہے 'اس سے کہ حاکم اور قاضی تو خود تھے' اگر حاکم اور قاضی کو از خود خلع کرنے کا اختیار ہوتا تو ان کو شوہروں سے کہنے کی ضرورت ہی کیا تھی جب عورتیں خلع کرنا چاہیں تو تم انکار نہ کرو۔ لہذا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے اس بات پر کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ حاکم فریقین یا ان میں سے کسی ایک کی مرضی کے خلاف خود خلع کر سکتا ہے۔ ہاں! یہ ارشاد شوہروں کے لئے ایک ہدایت نامہ ضرور ہے کہ جب عورتیں خلع کرنا چاہیں تو انہیں خواہ مخواہ باندھے رکھنے کے بجائے خلع کو قبول کر لینا چاہیے۔

خلع کی بنیاد پر طلاق: اسلامی نظریاتی کونسل:

لاہور (خبر نگار خصوصی) اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین مولانا محمد خان شیرانی نے مطالبہ کیا ہے خلع کے ذریعے خاوند سے طلاق لینے سے متعلق خواتین کا حق ختم کرنے کیلئے مسلم فیملی لاز کی شق 8 میں ترمیم کی جائے۔ انہوں نے کہا ہے کہ جب تک خاوند راضی نہ ہو عدالتیں طلاق کی ڈگری جاری نہ کریں۔ پاکستان کے فیملی لاز نہ صرف خاتون کو خلع کے ذریعے طلاق کا حق دیتے ہیں بلکہ ان قوانین کے تحت مروجہ نکاح نامے میں بھی یہ شق شامل ہے کہ شوہر خاتون کو طلاق کا حق تفویض کر سکتا ہے۔ اس سلسلے میں مختلف مکاتب فکر کے علماء کرام سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے ملے جلے رد عمل کا اظہار کیا۔ مولانا راغب نعیمی نے کہا کہ خلع کی بنیاد پر نکاح ختم نہیں ہو سکتا جب تک شوہر اپنی مرضی سے طلاق نہیں دیتا اس وقت تک طلاق نہیں ہوتی۔ عدالت یکطرفہ فیصلہ نہیں دے سکتی۔ عدالت کو مضائقہ نہیں ہونا چاہیے کہ وہ پولیس کو بھیج کر شوہر کو طلب کرے اور نہ ہی شوہر کو گرفتار کر کے عدالت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس حوالے سے ہشام الہی ظہیر کا کہنا ہے کہ مولانا محمد خان شیرانی کے مطالبے کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین کا مطالبہ اسلام کے منافی ہے۔ مولانا محمد خان شیرانی کو اپنے مطالبے پر غور کرنا چاہیے۔

جمعیت علماء اسلام (س) کے مرکزی جنرل سیکرٹری مولانا عبدالرحمن فاروقی نے کہا کہ جب تک خاوند کا مؤقف سامنے نہ آئے یکطرفہ فیصلہ نہیں دیا جاسکتا۔ عدالت کو حق حاصل نہیں کہ وہ طلاق جاری کرے اور اگر خاوند کے جان بوجھ کر عدالت نہ آنے سے ایک طلاق ہو سکتی ہے۔ جب کہ اسلام میں شوہر اور بیوی کی علیحدہ کیلئے تین طلاقیں ہیں۔ سابق ممبر اسلامی نظریاتی کونسل پروفیسر یاسین ظفر نے کہا کہ خلع عورت کا بنیادی حق ہے جس کیلئے وہ عدالت سے رجوع کر سکتی ہے اگر غلط نوٹس جاری ہوتا ہے جس سے خاوند لاعلم ہے تو طلاق نہیں ہوتی اور اگر خاوند جان بوجھ کر نہیں آتا تو عدالت طلاق کا فیصلہ دے سکتی ہے اور اگر خلع ہو بھی جائے تو شوہر کو طلاق دینا پڑتی ہے۔²⁵

حضرت جلیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ:

جسٹس صاحب نے مندرجہ ذیل حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

"عن ابن عباسؓ ان امرأة ثابت بن قيس اتت النبي صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله ثابت بن قيس ما اعب عليه في خلق ولا دين ولكي اكره الكفر في الاسلام. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتردين عليه حديثه قالت نعم قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم اقبل الحديقة وطلقها تطليقة²⁶

"حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ثابت بن قیسؓ کی بیوی (جلیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں ثابت بن قیسؓ کے اخلاق اور دینداری سے ناراض نہیں ہوں، لیکن میں اسلام لانے کے بعد کفر کی باتوں سے ڈرتی ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اب پران کا باغ (جو انہں نے بطور مہر دیا تھا) لوٹا دو گی؟ جلیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا ہاں ایسا کر دوں گی۔ آپ ﷺ نے حضرت قیسؓ کو بلایا کہ یہ قبول کر لو اور اس کو ایک طلاق دے دو۔"

لیکن اس حدیث سے استدلال اس لئے نہیں کہ مذکورہ واقعہ شوہر کی رضامندی سے ہوا تھا اور انہوں نے خلع کے اس معاملہ کو قبول کر لیا تھا۔ چنانچہ سنن نسائی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"فا رسل الی ثابت فقال خذا الذی لہاعلیک وخل سیلہا قال نعم"²⁷

"آپ ﷺ نے حضرت ثابتؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ جو مال ان کا تم پر واجب تھا وہ لے لو اور ان کو چھوڑ دو حضرت ثابتؓ نے کہا ہاں۔"

اور ظاہر ہے کہ اگر شوہر خلع کو قبول کر لے تو کوئی مسئلہ نہیں رہتا گفتگو تو اس صورت میں ہو رہی ہے اگر شوہر خلع پر راضی ہی نہ ہو رہی یہ بات کہ آپ ﷺ نے ان کو خلع کا حکم دیا تھا تو یہ حکم باتفاق علماء بطور مشورہ تھا قاضی کی حیثیت میں جبراً نہیں تھا حافظ ابن حجر اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

"یہ ہدایت اور اصطلاح کا حکم تھا ایجابی حکم نہ تھا۔"²⁸

علامہ بدرالدین عینیؒ اور علامہ قسطلانیؒ نے بھی اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے یہی لکھا ہے۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کا شوہر کو طلاق کا حکم دینا خود اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قاضی یا حاکم از خود تفریق نہیں کر سکتا بلکہ یہ کام صرف شوہر کر سکتا ہے چنانچہ امام ابو بکر جصاصؒ اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لو کان الخلع الی السلطان شاء الزاجان او ایا اذا علم انہما لا یقیمان حدود اللہ لم الہما النبی صلی اللہ علیہ وسلم عم ذلک ولا خاطب الزوج بقول اخلعما بل کان بخلعہا منہ و یرد علیہ حدیقة وان ایا او واحد منہما لا کانت فرقه الملا ونین الی الحاکم یقل للملاعن خل سیلہا بل فرق بینہما"²⁹

"اور اگر یہ اختیار سلطان کو ہوتا کہ وہ جب دیکھے کہ زوجین حدود اللہ کو قائم نہیں کریں گے تو خلع کر دے، خواہ یہ زوجین کی خواہش ہو یا نہ ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں سے اس کا سوال نہ فرماتے اور نہ شوہر سے یہ کہتے کہ تم ان سے خلع کر لو، بلکہ خود خلع کر کے عورت کو چھڑا دیتے اور شوہر پر اس کا باغ لوٹا دیتے خواہ وہ

²⁶ Muḥammad bin ismā'īl būkhārī, al-ṣaḥīh būkhārī (Karachi: aṣḥal-mṭāb'a), No: 253, 2/794

²⁷ A'bdul Rhmān al- Sayyūṭī, Al-Durr al-Manthūr fī Tafsīr al-Māthūr (Lāhore: Zīā al-Qurān, 1987 AD), 282/1.

²⁸ Ibn e Hajar A'sqālānī, Fath al Bārī Sharah ṣaḥīḥ Būkhārī (Beirūt: Dār al-Ma'rifah 1379AH), 329/9.

²⁹ Abū baker al-jasās, aḥkām al-Qūrān (al-bihīyah publishers: 1348A.H) 1/468.

دونوں انکار کرتے یا ان میں سے کوئی ایک انکار کرتا۔ جیسے کہ لعان میں زوجین کی تفریق کا اختیار حاکم کو ہوتا ہے تو وہ ملاعن (شوہر) سے یہ نہیں کہتا کہ اپنی بیوی کو چھوڑ دو بلکہ خود تفریق کر دیتا ہے۔³⁰
امام ابو بکر جصاصؒ کی یہ دلیل نہایت وزنی ہے یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی فقہی نے اس اس حدیث سے استدلال کر کے یہ نہیں کیا کہ حاکم شوہر کو خلع پر مجبور کر سکتا ہے۔
خلع اور فقہاء متقدمین:

آخر میں ہم فقہاء اور مجتہدین کی وہ عبارتیں پیش کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور ظاہری میں سے ہر ایک اس بات پر متفق ہے کہ خلع صرف میاں بیوی کی باہمی رضامندی سے ہو سکتا ہے اور ان میں سے کوئی فریق دوسرے کو مجبور نہیں کر سکتا۔

حنفی مسلک:

حنفی مسلک کی بہت سی کتابوں سے حوالے پیش کر چکے ہیں یہاں صرف شمس الائمہ سرخسیؒ کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں جو تمام فقہاء حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔
"والخلع جائز عند السلطان وغيره لا ثمة عقد يعقد التراضي"³⁰
"اور خلع سلطان (حاکم) کے پاس بھی جائز ہے اور اس کے علاوہ بھی۔ اس لئے کہ یہ ایسا عقد ہے جس کی ساری بنیاد باہمی رضامندی پر ہے۔"

اس کے علاوہ امام ابو بکر جصاصؒ صریح عبارت اس مفہوم پر پیچھے دوبارہ پیش کی جا چکی ہے نیز فتاویٰ عالمگیریہ اور ابن عابدین شامیؒ کی عبارتیں بھی گزر چکی ہیں۔

شافعی مسلک:

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"لا ان الخلع طلاق فلا يكون لا حد ان يطلق عن احد اب الا سيد ولا ولي الا سلطان"³¹
"اس لئے کہ خلع طلاق کے حکم میں ہے لہذا کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی دوسرے کی طرف سے طلاق لے نہ باپ کو یہ حق ہے، نہ آقا کو اور نہ ہی کسی سرپرست کو۔"

مالکی مسلک:

(1) علامہ ابو الولید باجی مالکیؒ موطاء امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

"وبحر على الرجوع اليه ان لم يرد فواقها يخلع او غيره"³²

"عورت کو شوہر کے پاس جانے پر مجبور کیا جائے گا اگر شوہر خلع وغیرہ کے ذریعے علیحدگی نہ چاہتا ہو۔"

(2) علامہ ابن رشدؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"واما ما يرجع الى الحال الى بحور فيها الخلع من الى لا يحور فان الجمهور على ان الخلع

³⁰ Abū Bakar Muḥammad bin Aḥmad al-Sarakhsī, Al-Mabsūt (Egypt: Matba' al-Sa'adah, 1324AH), 183/2.

³¹ Muḥammad bin Aḍrīs al-shāfi, kitāb-ul-umm, chapter al- khul'a wa- alnashūr, 5/194.

³² Abū al-Walīd al-Bājī, Al-Muntaqā (Egypt: Matba' Al-Sa'adah), 61/7.

جا نزع التراضی اذا لکن سب رضا هما بما تعطیه اصراء بها³³
 "رہی بات کہ خلع کون سی حالت میں جائز ہوتا ہے اور کون سی حالت میں ناجائز، تو فقہاء کا اتفاق ہے کہ خلع باہمی رضامندی کے ساتھ جائز ہے، بشرطیکہ عورت کے مال کی ادائیگی پر راضی ہونے کا سبب مرد کی طرف سے اسے تنگ کرنا نہ ہو۔"

حنبلی مسلک:

حنبلی فقہ کے مستند ترین شارح علامہ موفق الدین بن قدامہ حنبلی تحریر فرماتے ہیں:
 "ولا نه معاقبه فلم یفقرالى سلطان کا نزع والنکاح الا نه قطع عقد بالتراضی اسه الا قاله"³⁴

"اور اس لئے کہ یہ عقد معاوضہ ہے لہذا اس کے لئے حاکم کی ضرورت نہیں جیسا کہ بیع اور نکاح۔ نیز اس لئے کہ خلع باہمی رضامندی سے عقد کو ختم کرنے کا نام ہے لہذا یہ اقالہ (فسخ بیع) کے مشابہ ہے۔"
 اور علامہ ابن قیم جوزیہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"و فی سمہ صلی اللہ علیہ وسلم الخلع فدیہ ذیل علی ان فیہ معنی المعوضۃ ولہذا عنرفیہ رضا الزوجین"³⁵

"اور آنحضرت ﷺ نے جو خلع کا نام فدیہ رکھا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں عقد معاوضہ کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اسی لئے اس میں زوجین کی رضامندی کی شرط ضروری ہے۔"

ظاہری مسلک:

علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الخلع وهو لا فداء اذا کرهت المرأة زوجها فخافت ان لا توفیه حقہ او خافت ان یبعجها فلا یوفیها حقها فلها ان تقدی منه و یطلقها ان رضی هوو الا لم یجبر هوو لا احبرت ہی انما یجوز بتراضیہما الا یحل الا فداء الا باحد الووجہی المدکورین اوا جتما عہما فان واقع بغیر ہما باطل ویرد علیہا ما اخذ منها وہی امراتہ کما کانت ایبطل طلاقہویمنع من ظلمها فقط"³⁶

"خلع اور فدیہ دے کر وہ جان چھڑانے کا نام ہے جب عورت اپنے شوہر کو ناپسند کرے اور اسے ڈر ہو کہ وہ شوہر کا حق پورا ادا نہ کر سکے گی یا اس کے حقوق پورے ادا نہ کر سکے گی تو اسے یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے شوہر کو کچھ فدیہ دے اور اگر شوہر راضی ہو تو اسے طلاق دے دے اور اگر شوہر راضی نہ ہو تو نہ شوہر کو مجبور کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی عورت کو خلع تو صرف باہمی رضامندی سے ہی جائز ہے۔ اور جب تک مذکورہ دو صورتوں میں سے کوئی ایک یا دونوں نہ پائی جائیں خلع حلال نہیں ہوتا۔ لہذا اگر ان کے سواء کسی طرح خلع کر لیا گیا ہو تو وہ باطل ہے اور شوہر

³³ Ibn rüşad, Bidāyātu-mūjtahid wa al-nehāyātū-mūqtaṣid (al-kūvāit :dār al-islāmī, 1379), 2/68.

³⁴ Ibn Qūdāma, al-mūgnī, (labnon:dār al-mnār, publishers, 1368A.H) 7/52.

³⁵ Ibn al-qayīm al-jozīa, Zādūl m'ād (al-mīnā publishers, 1324) 2/238.

³⁶ Ibn ḥadam, al-mūhallah (Egypt: al-mūnīr publishers, 1326A.H) 10/235.

نے جو کچھ مال دیا ہے وہ لوٹائے گا اور عورت بدستور اس کی بیوی رہے گی اور اس کی طلاق باطل ہوگی اور شوہر لو صرف عورت پر ظلم کرنے سے منع کیا جائے گا۔"

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"ليس في الایة ولا في شیء من السنن ان للحکمین ان یفرقا ولا ان ذلک للحکام"³⁷

"کسی آیت یا حدیث سے یہ بات بالکل ثابت نہیں کہ حکمین میں بیوی کو علیحدگی کرنے کا اختیار رکھتے ہوں اور نہ ہی یہ اختیار کسی حاکم یا قاضی کے لئے ثابت ہوتا ہے۔"

خلع کے سلسلے میں عدالتی اختیارات:

دور نبوی ﷺ میں حضرت ثابت بن قیس کی اہلیہ کا جو خلع کا واقعہ پیش آیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے شوہر کو اس بات کا مشورہ دیا کہ اس سے باغ واپس لے کر اس کو طلاق دے دیں چنانچہ امام ابو بکر جصاص اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ زوجین کے درمیان ان کی رضامندی کے بغیر تفریق کر دینا عدالت کا کام نہیں امام موصوف احکام القرآن میں لکھتے ہیں:

"اگر یہ اختیار حاکم کو ہوتا کہ جب وہ دیکھے کہ زوجین حدود اللہ کو قائم نہیں کریں گے تو ان کے درمیان خلع کا فیصلہ کر دے خواہ زوجین خلع کو چاہیں یا خلع سے انکار کریں تو آنحضرت ﷺ ان دونوں سے اس کا سوال ہی نہ فرماتے اور نہ شوہر سے یہ فرماتے کہ اس کو خلع دے دو بلکہ آنحضرت ﷺ خود خلع کا فیصلہ دے کر عورت کو مرد سے چھڑا دیتے اور شوہر کو اس کا باغ لوٹا دیتے۔ خواہ وہ دونوں اس سے انکار کرتے یا ان میں سے ایک فریق انکار کرتا۔ چنانچہ لعان میں زوجین کے درمیان تفریق کا اختیار چونکہ حاکم کو ہوتا ہے اس لیے وہ لعان کرنے والے شوہر سے نہیں کہتا کہ اپنی بیوی کو چھوڑ دو بلکہ از خود دونوں کے درمیان تفریق کر دیتا ہے۔"³⁸

خلع کے معاملہ میں حضرت عمرؓ کا فیصلہ یہ ہے کہ عورت کے مطالبہ خلع کو تسلیم کیا جائے چنانچہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر عورتیں خلع کا ارادہ کریں تو انکار نہ کرو۔ حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت لائی گئی جو شوہر کی نافرمان تھی حضرت عمرؓ نے اس کے شوہر سے کہا کہ تم اس سے خلع کر لو۔³⁹

حضور اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کے پاس عورتوں کے خلع لینے کے مقدمات پیش ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ جب خلع کے معاملات باہمی طور پر طے نہ ہو سکیں تو عدالت شرعی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور عدالت کی اولین ذمہ داری زوجین کے درمیان مصالحت کرانا۔ ممتاز و معروف مفسر قرآن علامہ ابن کثیر نے حضرت عمرؓ کے متعلق واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت اپنے خاوند سے بگڑی ہوئی آئی آپؐ نے فرمایا اسے گندگی والے گھر میں قید کر دو پھر قید خانہ سے اسے بلوایا اور کہا کیا حال ہے اس نے کہا کہ آرام کی راتیں مجھ پر میری زندگی میں یہی گزری ہیں آپؐ نے اس کے خاوند سے فرمایا اس سے خلع کر لے اگرچہ کان کی بالی بدلے ہی ہو۔⁴⁰

³⁷ Ibn ḥadam, al-muḥallah (Egypt: al-mūnir publishers, 1326 A.H.) 10/88.

³⁸ Abū baker al-jasās, aḥkām al-Qūrān (Lāhore: soḥail acadmi publishers) 1/395.

³⁹ Dr. Muḥammad rwās qalah jī, Fiqah ḥazrat ʿumer (Lāhore: idārah maʿārf islamī), 306.

⁴⁰ Ibn kathīr, tafsīr ibn kathīr, (karachī: noor muḥammad publishers), 1/99.

حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ عدالت شرعی تحقیق و تفتیش کے بعد اگر یہ محسوس کرے کہ میاں بیوی کے درمیان موافقت نہیں ہو سکتی تو عورت سے کہے کہ وہ اپنا مہر چھوڑ دے اور شوہر سے کہے کہ وہ مہر چھوڑنے کے بعد طلاق دے دے۔ عدالت اگر صرف سماعت کا اختیار رکھتی ہو اور مرد کے راضی نہ ہونے کی صورت میں فیصلہ منوانے کا اختیار نہ رکھتی ہو تو ایسی عدالت کو مرجع قرار دینا ہی فضول ہو گا۔ پھر اسلام میں قضاء کی جو اہمیت ہے اس کا بھی تقاضا ہے کہ بنی نوع انسان کے حقوق کا تحفظ اور ظالموں، غاصبوں اور جاب لوگوں کو حق و انصاف کی قوت و اقتدار کے سامنے جھکا کر عدل و انصاف کے قیام کو یقینی بنانا ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

"و اذا حکمتکم بین الناس ان تحکموا بالعدل"⁴¹

اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔"

خلع کے سلسلے میں دور حاضر عدالتی حکام کا غیر شرعی طریقہ کار:

ہمارے معاشرے میں جن افراد کو معمور کیا جاتا ہے خلع کے مقدمات کو دیونی مقدمات پر قیاس کر لیا گیا ہے حالانکہ خلع کا مقدمہ عورت کے ناموس کے حلال و حرام سے متعلق ہے اس میں ایسی تساہل پسندی کسی طرح بھی روا نہیں ہو سکتی کہ احکام شرعیہ کے ماہرین قاضیوں کی بجائے رائج الوقت قانون میں تجربہ کار افراد کو منصب قضاء پر متعین کیا جائے۔

خلع کے سلسلے میں جو سب سے اہم اور ضروری بات جس کی نشاندہی کرنا ہم سب کا دینی فریضہ ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں خلع کے مقدمات میں تحقیق و تفتیش کی ضرورت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ عورتوں کی طرف سے جو واقعات اور الزامات پیش کئے جاتے ہیں عدالت ان کو حرف آخر سمجھ کر فیصلہ صادر کر دیتی ہے۔ شرعی طور پر خلع کے فیصلے کی صحیح صورت یہ ہے کہ عورت کے دعویٰ دائر نہ کرنے پر عدالت شوہر کو طلب کرے اور اس سے عورت کی شکایات و اعتراضات کے متعلق دریافت کرے کیونکہ عدالت کا منصب فریقین کے ساتھ انصاف کرنا ہے اور انصاف اس وقت تک ممکن نہیں جب تک عدالت فریقین کا نقطہ نظر دلائل و شواہد کے ساتھ پوری دل جمعی سے سن لے۔

"عن علی قال بعثنی رسول اللہ ﷺ الی الیمن قاضیا فقلت یا رسول اللہ ﷺ ترسلنی وانا حدیث السن ولا علم لی بالقضاء فقال ان اللہ سیهدی قلبک وینبت السانک اذا تقاضی الیک رجال فلا تقض للاحرفانه امران یتبین لک القضاء قال فما شککت فی قضاء بعد"

"حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ ﷺ مجھ کو قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں میں نوجوان ہوں مجھ کو قضاء کی کیفیت کا کچھ علم نہیں آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیرے دل کو ہدایت کرے گا اور تیری زبان کو ثابت رکھے گا جب دو آدمی تیرے پاس کوئی فیصلہ لائیں تو دوسرے کی بات سنے بغیر پہلے کے حق میں فیصلہ نہ دینا یہ زیادہ لائق ہے کہ فیصلہ تیرے لئے ظاہر ہو۔ حضرت علیؓ نے کہا اس کے بعد مجھے کبھی کسی فیصلہ کے متعلق شک نہ رہا۔"

شرعی قواعد کے مطابق خلع کے فیصلہ کی صحیح صورت یہ ہے کہ عورت کے مطالبہ خلع پر عدالت شوہر کو طلب کرے اور اسے عورت کے الزامات پر صفائی کا پورا موقع دے۔ اگر شوہر عورت کے الزامات سے انکار کرے تو عورت سے گواہ طلب کیے جائیں یا اگر عورت گواہ

پیش کرنے سے قاصر ہو تو شوہر سے حلف لیا جائے۔ اگر شوہر حلفیہ طور پر اس کے اعتراضات و الزامات کو غلط قرار دے تو عورت کا مطالبہ خلع روک دیا جائے۔ اگر عورت گواہ پیش کر دے تو عدالت شوہر کو بیوی کے حقوق ادا کرنے کی تاکید کرے لیکن اگر عدالت معاملہ پوری چھان بین اور گواہوں کی شہادت کے بعد اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ زوجین کا یکجا رہنا ممکن نہیں اور عورت واقعی مظلوم ہے اور شوہر اس کے حقوق ادا نہیں کر رہا تو شوہر کو طلاق دینے کا حکم دیا جائے اور اگر وہ طلاق دینے پر بھی آمادہ نہ ہو تو عدالت از خود فسخ نکاح کا فیصلہ کر سکتی ہے اور عورت عدت کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ لیکن اگر عدالت نے معاملہ کی صحیح تفتیش اور گواہوں کی شہادت کے بغیر فیصلہ کیا یا شوہر کی غیر موجودگی میں محض عورت کے بیان پر یقین کر کے خلع کا فیصلہ دے دیا جیسا کہ ہمارے ہاں یہ اصول طے کر لیا گیا ہے کہ خلع کے مقدمات میں مرد ہمیشہ ظالم ہوتے ہیں اور عورتیں مظلوم ہوتی ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ظلم کی انتہا یہ ہے کہ اکثر واقعات میں میاں بیوی دونوں ازدواجی زندگی بسر کرنے پر رضامند ہیں لیکن لڑکی کے والدین خلع کا جھوٹا مقدمہ کر کے خلع کی ایک طرفہ ڈگری حاصل کر لیتے ہیں اور عدالت میاں بیوی سے پوچھتی تک نہیں ایسے فیصلے جن میں شرعی قواعد کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا شرعی لحاظ سے وہ فیصلے کا عدم ہیں۔ تنسیخ نکاح کے فیصلے باوجود عورت کے لئے نکاح ثانی کرنا جائز نہیں ہو گا۔

خلع کے معاملہ کا ایک غیر شرعی پہلو ہمارے قانون کے ماہرین و کلا حضرات کا طرز عمل ہے۔ وکیل صاحبان چونکہ عدالت کی قانونی راہنمائی اور معاونت کرنے کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہوتے ہیں اور وہی فریقین کی طرف سے عدالت میں پیش ہوتے ہیں لیکن وہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود کہ ان کے مؤکل کا موقف غلط اور جھوٹ پر مبنی ہے پھر بھی وہ اس جھوٹ کو سچ اور باطل کو حق ثابت کرنے کیلئے کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔ وکلاء حضرات پر یہ شرعی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ حق اور سچ کی پیروی و پاسداری کریں اور باطل اور ظلم و عدوان کو ختم کرنے کیلئے پھر پورا اپنا کردار ادا کریں جس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" ⁴²

"نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو۔"

خلع کا اسلامی طریقہ:

قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بات واضح کی جا چکی ہے کہ خلع میاں بیوی دونوں کی اجازت اور مرضی کے بغیر نہیں ہوتا لہذا شرعاً خلع کیلئے میاں بیوی دونوں کا رضامند ہونا ضروری ہے نہ بیوی کی رضامندی کے بغیر شوہر اس کو خلع لینے پر مجبور کر سکتا ہے اور نہ شوہر کی رضا مندی کے بغیر بیوی خلع حاصل کر سکتی ہے۔ اسی طرح عدالت بھی میاں بیوی دونوں کی رضامندی کے ساتھ تو خلع کا حکم کر سکتی ہے لیکن اگر وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک راضی نہ ہو تو کوئی عدالت بھی خلع کا فیصلہ دینے کی مجاز نہیں۔

قرآن مجید میں سورۃ البقرہ کی آیت ۲۲۹ کا جو جواز ثابت کیا ہے جس کی وجہ سے اسے آیت خلع سے موسوم کیا جاتا ہے چنانچہ اس آیت میں شروع سے لے کر آخر تک میاں بیوی دونوں کو برابر کا شریک قرار دے کر مخاطب کیا گیا ہے۔ مثلاً:

"إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ حِفْظُهُمَا لَا يُمْكِنُ حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ

بِهِ" ⁴³

⁴² Al-Madia, 5:2.

⁴³ Al-Baqrah, 2:229.

"الایہ کہ میاں بیوی دونوں کو اندیشہ ہو کہ وہ دونوں قائم نہیں کر سکیں گے اللہ تعالیٰ کی حدود۔ پس اگر تم کو اندیشہ ہو کہ وہ دونوں خداوندی حدود کو قائم نہیں کر سکیں گے تب ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔ اس مال کے لینے اور دینے میں جس کو دے کر عورت نکاح سے آزادی حاصل کرے۔"

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے دو اہم اصول نکھر کر سامنے آتے ہیں۔ ایک یہ کہ خلع کے سلسلے میں مرد اور عورت دو برابر کے شریک ہیں۔ جس طرح معاہدہ نکاح میں دونوں کا ایجاب و قبول ضروری ہے اس طرح خلع کے معاملے میں بھی دونوں کا ایجاب و قبول لازمی ہے۔ فان خفتم یعنی خطا میں شامل تمام افراد یعنی میاں بیوی ان دونوں کے خاندان کے بزرگ و معزز افراد کو مخاطب فرما کر یہ اصول ذہن نشین کرایا گیا کہ خلع کو ہر ممکن حد تک روکنے کی کوشش کی جائے اور دونوں کے درمیان مصالحت کرانے کی اور گھر اجڑنے سے بچانے کی ہر ممکن تدبیر کی جائے جیسا کہ قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

"وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَأَبْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا ۚ إِنَّ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُّوفِّقُ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا"⁴⁴

"اگر تم لوگوں کو کہیں میاں بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو۔ وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا اللہ سب کچھ جانتا ہے اور باخبر ہے۔"

صاحب تفہیم القرآن اسی آیت مبارکہ کے تحت حاشیہ میں رقمطراز ہیں:

اس آیت میں ہدایت فرمائی گئی ہے کہ جہاں میاں اور بیوی میں موافقت ہو جائے وہاں نزاع سے انقطاع تک نوبت پہنچنے یا عدالت میں معاملہ جانے سے پہلے گھر کے گھر میں ہی اصلاح کی کوشش کر لینی چاہیے اور اس کی تدبیر یہ ہے کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک کے خاندان کا ایک ایک آدمی اس غرض کیلئے مقرر کیا جائے کہ دونوں مل کر اسباب اختلاف کی تحقیق کریں اور پھر آپس میں سر جوڑ کر بیٹھیں اور تصفیہ کی کوئی صورت نکالیں۔ یہ بیچ یا ثالث مقرر کرنے والا کون ہو؟ اس سوال کو اللہ تعالیٰ نے مبہم رکھا ہے تاکہ اگر زوجین خود چاہیں تو اپنے اپنے رشتہ داروں میں سے خود ہی ایک ایک آدمی کو اپنے اختلاف کا فیصلہ کرنے کیلئے منتخب کر لیں ورنہ دونوں خاندانوں کے بڑے بڑے مدخلت کر کے بیچ مقرر کریں اور اگر مقدمہ عدالت میں پہنچ جائے تو عدالت خود کوئی کاروائی کرنے سے پہلے خاندانی بیچ مقرر کر کے اصلاح کی کوشش کرے۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ ثالثوں کے اختیارات کیا ہیں۔ فقہاء میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ ثالث فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں رکھتے البتہ تصفیہ کی جو صورت ان کے نزدیک مناسب ہو اس کیلئے سفارش کر سکتے ہیں۔ ماننا یا نہ ماننا زوجین کے اختیار میں ہے ہاں اگر زوجین نے ان کو طلاق یا خلع یا کسی اور امر کا فیصلہ کر دینے کیلئے بنایا ہو تا البتہ ان کا فیصلہ تسلیم کرنا زوجین کیلئے واجب ہو گا۔ یہ حنفی اور شافعی علماء کا مسلک ہے۔ دوسرے گروہ کے نزدیک دونوں بیچوں کو موافقت کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہے مگر علیحدگی کا فیصلہ وہ نہیں کر سکتے۔ یہ حسن بصری اور قتادہ اور بعض دوسرے فقہاء کا قول ہے۔ ایک اور گروہ اس بات کا قائل ہے کہ ان بیچوں کو ملانا اور جدا کر دینے کے پورے اختیارات ہیں۔ ابن عباس، سعید بن جبیر، ابراہیم خنقی، شعی، محمد بن سیرین اور بعض دوسرے حضرات نے یہی رائے اختیار کی ہے۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے فیصلوں کی جو نظیریں ہم تک پہنچی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں حضرات بیخ مقرر کرتے ہوئے عدالت کی طرف سے ان کو حکمانہ اختیارات دے دیتے تھے چنانچہ حضرت عقیل بن ابی طالب اور ان کی بیوی فاطمہ بنت عبد بن ربیعہ کا مقدمہ جب حضرت عثمانؓ کی عدالت میں پیش ہوا تو انہوں نے شوہر کے خاندان میں سے حضرت ابن عباس کو اور بیوی کے خاندان میں سے حضرت معاویہ بن ابی سفیان کو بیخ مقرر کیا اور ان سے کہا کہ اگر آپ دونوں کی رائے میں ان کے درمیان تفریق کر دینا ہی مناسب ہو تو تفریق کر دیں۔ اسی طرح ایک مقدمہ حضرت علیؓ نے حکم مقرر کیے اور ان کو اختیار دیا کہ چاہیں ملا دیں اور چاہیں جدا کر دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیخ بطور خود تو عدالتی اختیارات نہیں رکھتے البتہ اگر عدالت ان کو مقرر کرتے وقت انہیں اختیارات دے دے تو پھر ان کا فیصلہ ایک عدالتی فیصلے کی طرح نافذ ہو گا۔⁴⁵

فان خفتم کا خطاب میاں بیوی کے ساتھ ساتھ دونوں خاندانوں کے سنجیدہ افراد اور حکام و امراء سب کیلئے عام ہے۔ حکام و امراء کو اس خطاب میں اس لیے شامل کیا گیا کہ اگر خلع کا معاملہ حکام تک پہنچ جائے تو ان کے لئے لازم ہو گا کہ فریقین کو مناسب طرز عمل اختیار کرنے پر آمادہ کریں اور اگر فریقین خلع ہی پر مصر ہوں تو خلع کا معاملہ خوش اسلوبی سے طے کر دیں کیونکہ میاں بیوی کی علیحدگی اختیار کرنے میں ایک بلغ نکتہ ملحوظ ہے جس کی صراحت حدیث نبوی ﷺ سے یوں ہے:

"عن جابر قال رسول الله ﷺ ان ابليس بضع عرشته على الماء ثم يبعث سراياه فادناهم نه منزلة اعظمهم فتنة يجي احدهم فيقول فعلت كذا و بيقول ما صنعت شيئا قال ثم يجي احدهم فيقول ماتركته حتى فرقت بينه و بين امراته فيدنه منه و يقول نعم الت"⁴⁶

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے پھر وہ اپنے لشکروں کو (لوگوں کو بہکانے کیلئے) بھیجتا ہے ان شیطانی لشکروں میں ابلیس کا سب سے زیادہ مقرب اس کا وہ چیلہ ہوتا ہے جو لوگوں میں سب سے بڑا فساد ڈالے۔ کوئی شیطان ان میں اسے آکر کہتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں گناہ کرائے یعنی (فلاں سے چوری کرائی فلاں کو شراب پلائی) تو شیطان کہتا ہے تو نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر ایک اور کہتا ہے کہ میں میاں بیوی کے پیچھے پڑا ہوا، ایک دوسرے کے خلاف ان کو بھڑکاتا رہا اور میں نے آدمی کا پیچھا نہیں چھوڑا یہاں تک کہ آج اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان علیحدگی کر کے آیا ہوں شیطان اس کے قریب ہو جاتا ہے اور کہتا ہے تو نے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔"

خلع کے سلسلے میں قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ جب عورت اپنے خاوند سے اس قدر متنفر ہو چکی ہو اس کے ساتھ کسی قیمت پر نباہ کرنا ممکن ہو تو اس کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ وہ شوہر کو سمجھا بچھا کر طلاق دینے پر آمادہ کرے ایسی صورت میں شوہر کو بھی چاہیے کہ جب وہ نکاح کے رشتہ کو خوشگوار کیساتھ نبھتا نہ دیکھے تو وہ شرافت کے ساتھ اپنی بیوی کو طلاق دے دے لیکن اگر شوہر اس بات پر راضی نہ ہو تو عورت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ شوہر کو کچھ مالی معاوضہ دے کر اس سے آزادی حاصل کر لے۔

⁴⁵ Abū al-A'la Mawdūdī, Tafhīm al-Qurān (Lāhore: Maktabah Ta'mīr-e-Insāniyat), 350-51/1.

⁴⁶ Muslim bin al-Hajjāj, Al-ṣaḥīḥ, Bāb Fitnah tu-Shaitān fī al-A'rab min al-Tehrīsh (Lāhore: Nāshirān Khālīd Eḥsān), 379/6.

تفریق بین الزوجین اور عدالتی کردار:

یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جمہور فقہاء کے نزدیک بعض مخصوص حالات میں قاضی شرعی کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ بلا مرضی شوہر بھی زوجین میں تفریق کر دیجو بحکم طلاق ہے۔ اور یہ طلاق شوہر کی اجازت کے بغیر حاکم کی طرف سے ہوتی ہے جیسے مفقود الخیر شوہر، مجنوں، نامرد وغیرہ کے معاملات تمام کتب فقہ میں مفصل موجود ہیں۔ اس لئے تفریق قاضی کے مسئلے کی وضاحت کر دینا مناسب ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ عورت کے جو حقوق مرد پر واجب ہیں وہ دو قسم کے ہیں اک ایک وہ جو قانونی حیثیت رکھتے ہیں اور نکاح کے قانونی مقاصد حاصل کرنے کے لئے ضروری ہیں مثلاً (نان و نفقہ، وظائف زوجیت وغیرہ)۔ یہ وہ حقوق ہیں جن کو بزور عدالت شوہر سے وصول کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر شوہر ان کی ادائیگی سے عاجز ہو تو اس پر قانوناً واجب ہو جاتا ہے کہ عورت کو طلاق سے ایسی صورت میں اگر طلاق دینے سے انکار کرے یا طلاق دینے کو قابل نہ ہو تو قاضی کو اس کا قائم مقام قرار دے کر تفریق کا اختیار دیا جاتا ہے۔ مجنوں، نامرد، نان و نفقہ نہ دینے والا اور غائب غیر مفقود میں یہی صورت ہوتی ہے۔

اس کے برخلاف نکاح کے بعض حقوق کی ادائیگی شوہر پر دینا ضروری ہے لیکن وہ قانونی حیثیت نہیں رکھتے اور نہ ہی ان کو بزور عدالت وصول کیا جاسکتا ہے مثلاً بیوی کے ساتھ حسن سلوک اور خوش اخلاقی کا معاملہ ظاہر ہے کہ یہ قانون نافذ نہیں کیے جاسکتے جب تک شوہر کے دل میں خدا کا خوف ہے اور آخرت کی فکر نہ دنیا کی کوئی عدالت ان کا انتظام نہیں کر سکتی اور جب اس قسم کے قانون کا تعلق عدالت سے نہیں تو اسے یہ اختیار بھی حاصل نہیں ہے کہ حق تلفی کی صورت میں وہ نکاح فسخ کر دے چنانچہ اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ صرف پانچ عیوب کی بناء پر قاضی کو تفریق کا اختیار ملتا ہے۔

☆ پہلا اس وقت جب شوہر پاگل ہو گیا ہو۔

☆ دوسرا جب وہ نان و نفقہ ادا نہ کرتا ہو

☆ تیسرا جب وہ نامرد ہو

☆ چوتھا جب وہ بالکل لاپتہ گیا ہو

☆ پانچواں جب وہ غیر مفقود کی صورت ہو۔

مندرجہ بالا صورتوں میں قاضی کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ تفریق کر سکتا ہے اور محض عورت کی طرف سے ناپسندیدگی کدی بھی فقہ میں فسخ نکاح کی وجہ جواز نہیں بنتی۔

خلاصہ بحث:

- (1) یکطرفہ ڈگری خلع کی صورت میں جائز نہیں کیونکہ خلع میں مرد کا راضی ہونا ضروری ہے جیسا کہ ہم نے پہچھے واضح کر دیا ہے۔
- (2) فسخ نکاح اور خلع میں فرق ہے اور ہماری عدالتیں اس فرق کو نہیں سمجھتیں۔
- (3) پانچ عیوب کی بناء پر قاضی کو فسخ نکاح کا اختیار ہے لیکن ان میں بہت تحقیق و احتیاط کی ضرورت ہے اور موجودہ عدالتوں میں یہ بات مفقود ہے فقہ مالکیہ کے موقف پر بھی یہ فیصلے ثابت نہیں ہوتے۔
- (4) آج کی عدالت میں متعنت مرد کے لیے فوراً فسخ نکاح کا انتظام کیا جاتا ہے اور یہ کیس پاکستان میں بہت زیادہ آتا ہے اور اس مسئلہ میں ہماری عدالتیں کسی فقہ پر فیصلہ دیتی نظر نہیں آتیں بلکہ ایسا فیصلہ صادر کرتی ہیں کہ سلف خلف میں سے ترجیح کے ساتھ یہ مسلک کسی سے مروی نہیں ہوتا۔

(5) ضرورت شدید کے وقت باقی فقہوں پر عمل کرنا جائز ہے اور فقہ مالکی پر تو بالخصوص جائز ہے کیونکہ امام مالکؒ، امام اعظم ابو حنیفہؒ کے من وجہ شاگرد ہیں اور فقہ مالکی فقہ حنفی کا عسالہ ہے۔ لہذا مفتود کے بارے میں امام مالکؒ کے قول پر فتویٰ دینا امام اعظم ابو حنیفہؒ کے قول کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

(6) ہماری عدالتوں خلع اور فسخ نکاح اور تفریق میں خصوصی فرق سمجھنے چاہیے حالانکہ ہر ایک کا حکم جدا جدا ہے جیسا کہ مفتی منیب الرحمان صاحب نے بھی اس کی وضاحت فرمائی ہے لہذا مروجہ عدالتوں کا خلع کی بناء پر یا فسخ کی بناء پر یکطرفہ کی ڈگری جاری کرنا ٹھیک نہیں۔

(7) فسخ میں پانچ عیوب کے ماسوا عند الاحناف فسخ جائز نہیں۔

(8) تفریق میں قاضی کے اختیارات بہت ہیں لیکن فرجہ نادینی والی صورت حقوق زوجیت نہ اداء کرنے والی صورت مسئلہ فسخ سے تعلق رکھتی ہے تفریق سے نہیں لہذا ہماری عدالتوں کو چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ احکام کی اتباع کرے نہ کہ نفس کے فیل پر شاہسواری۔